سکھ قوم کے نام دردمندانہ اپیل

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ھُوَالنَّاصِرُ

سکھ قوم کے نام دردمندانہ اپیل

پنجاب کے بٹوارے کا برطانوی فیصلہ ہو چکا ہے اب خود اہل پنجاب نے اس کے متعلق اپنی آخری منظوری دینی ہے یا اس سے انکار کرنا ہے پیشتر اس کے کہ اس کے متعلق کوئی قدم اُٹھایا جائے مناسب ہے کہ ہم اس کے متعلق پوری طرح سوچ لیں۔ ایک دفعہ نہیں دس دفعہ کیونکہ تقسیم کا معاملہ معمولی نہیں بہت اہم ہے۔

اِس وقت تک جو تقسیم کا اعلان ہوا ہے اس کا حسب ذیل نتیجہ نکلا ہے۔ ہندو (انگریزی علاقہ کے)۲۱ کروڑ میں سے ساڑھے انیس کروڑ ایک مرکز میں جمع ہو گئے ہیں اور صرف ڈیڑھ کروڑ مشرقی اور مغربی اسلامی علاقوں میں گئے ہیں گویا اپنی قوم سے جُدا ہونے والے ہندوؤں کی تعداد صرف سات فیصد ہے باقی ترانوے فیصدی ہندو ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہیں۔ مسلمان (انگریزی علاقہ کے) آٹھ کروڑ میں سے پانچ کروڑ دو اسلامی مرکزوں میں جمع ہو گئے ہیں اور تین کروڑ ہندو اکثریت کے علاقوں میں چلے گئے ہیں گویا اپنی قوم سے جُدا ہونے والے مسلمان ۳۷ فیصدی ہیں۔ سکھ (انگریزی علاقہ میں رہنے والے) ۲۱ لاکھ مشرقی پنجاب میں چلے گئے ہیں اور ۱۷ لاکھ مغربی پنجاب میں رہ گئے ہیں گویا ۴۵ فیصدی سکھ مغربی پنجاب میں چلے گئے ہیں اور ۵۵ فیصدی مشرقی پنجاب میں اور تینوں قوموں کی موجودہ حالت یہ ہو گئی ہے۔ ہندو ننانوے فیصدی اپنے مرکز میں جمع ہو گئے ہیں، مسلمان چونسٹھ فیصدی اپنے دو مرکزوں میں جمع ہو گئے ہیں، سکھ پچپن فیصدی اور پینتالیس فیصدی ایسے دو مرکزوں میں جمع ہو گئے ہیں جہاں انہیں اکثریت کا حاصل ہونا تو الگ رہا ۲۵ فیصدی تعداد بھی انہیں حاصل نہیں۔ کیا اس

صورتِ حالات پر سکھ خوش ہو سکتے ہیں؟ بات یہ ہے کہ اس بٹوارے سے ہندوؤں کو بے انتہا فائدہ پہنچا ہے مسلمانوں کو اخلاقی طور پر فتح حاصل ہے لیکن مادی طور پر نقصان، سکھوں کو مادی طور پر بھی اور اخلاقی طور پر بھی نقصان پہنچا ہے گویا سب سے زیادہ گھاٹا سکھوں کو ہوا ہے اور اس سے کم مسلمانوں کو۔ ہندوؤں کو کسی قسم کا بھی کوئی نقصان نہیں ہوا صرف اس غنیمت میں کمی آئی ہے جو وہ حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن ابھی وقت ہے کہ ہم اس صورت حالات میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں ۲۳ / مارچ کے بعد پھر یہ سوال آسانی سے حل نہ ہو سکے گا۔

سکھ صاحبان جانتے ہیں کہ احمدیہ جماعت کو کوئی سیاسی اور مادی فائدہ اس یا اُس سکیم سے حاصل نہیں ہوتا۔ احمدیہ جماعت کو ہر طرف سے خطرات نظر آ رہے ہیں ایک پہلو سے ایک خطرہ ہے تو دوسرے پہلو سے دوسرا۔ پس میں جو کچھ کہہ رہا ہوں عام سیاسی نظریہ اور سکھوں کی خیر خواہی کے لئے کہہ رہا ہوں۔ میں جس علاقہ میں رہتا ہوں گو اس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے لیکن سکھ اس علاقے میں کافی ہیں اور ہمارے ہمسائے ہیں اور ان کی نسبت آبادی کوئی ۳۳ فیصدی تک ہے اس لئے سکھوں سے ہمارے تعلقات بہت ہیں بعض سکھ رؤساء سے ہمارا خاندانی طور پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ سے بھائی چارہ اب تک چلا آتا ہے اس لئے میری رائے محض خیر خواہی کی بناء پر ہے میرا دل نہیں چاہتا کہ سکھ صاحبان اس طرح کٹ کر رہ جائیں۔ اگر تو کوئی خاص فائدہ سکھوں کو پہنچتا تو میں اِس تجویز کو معقول سمجھتا مگر اب تو صرف اس قدر فرق پڑا ہے کہ سارے پنجاب میں مسلمان تعداد میں اوّل تھے، ہندو دوم اور سکھ سوم اور اب مشرقی پنجاب میں ہندو اوّل مسلمان دوم اور سکھ سوم ہیں۔ سکھ اگر اس بٹوارے سے دوم ہو جاتے تو کچھ معقول بات بھی تھی مگر صرف مسلمان اوّل سے دوم ہو گئے ہیں اور ہندو دوم سے اوّل، سکھوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ پُرانے پنجاب میں مسلمانوں نے اپنے حق سے ساڑھے پانچ فیصدی سکھوں کو دیدیا تھا اب تک ہندوؤں کی طرف سے کوئی اعلان نہیں ہوا کہ وہ کتنا حصہ اپنے حصہ میں سے سکھوں کو دینے کو تیار ہیں۔ پُرانے پنجاب میں چودہ فیصدی سکھوں کو اکیس فیصدی حصہ ملا ہوا تھا اب اٹھارہ فیصدی سکھ مشرقی پنجاب میں ہو گئے ہیں اگر ہندو جو تعداد میں اوّل نمبر پر ہیں مسلمانوں کی طرح اپنے حق سے سکھوں کو دیں تو سکھوں کو نئے صوبہ میں چھبیس

فیصدی حق ملنا چاہئے ۔ گو سکھ پُرانے انتظام پر خوش نہ تھے اسی وجہ سے انہوں نے صوبہ تقسیم کروایا ہے اس لئے انہیں ہندوؤں سے تیس فیصدی ملے تو وہ تب دنیا کو کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو پرانے پنجاب سے ہم زیادہ فائدہ میں رہے ہیں ۔ مسلمانوں نے ہمیں ڈیوڑھا حق دیا تھا اب ہندوؤں نے اپنے حق سے کاٹ کر ہمیں پونے دوگنا دے دیا ہے اس لئے ہمارا بٹوارہ پر زور دینا درست تھا لیکن اگر ایسا نہ ہوا اور ہندوؤں نے اپنے حصہ سے اُس نسبت سے بھی سکھوں کو نہ دیا جس نسبت سے پُرانے پنجاب میں مسلمانوں نے سکھوں کو دیا تھا تو سکھ قوم لازماً گھاٹے میں رہے گی ۔ نئے صوبہ میں اٹھارہ فیصدی سکھ ہوں گے ، بتیس فیصدی مسلمان اور پچاس فیصدی ہندو ۔ اگر ہندو اسی نسبت سے اپنا حق سکھوں کو دیں جس طرح مسلمانوں نے پنجاب میں دیا تھا تو سکھوں کو چھبیس فیصدی اور حق مل جائے گا اور نمائندگی کی یہ شکل ہوگی کہ بتیس فیصدی مسلمان اور چھبیس فیصدی سکھ اور بیالیس فیصدی ہندو ۔ لیکن اوّل تو ایسا کوئی وعدہ ہندوؤں نے سکھوں سے اب تک نہیں کیا وہ غالباً یہ کوشش کریں گے کہ مسلمانوں کے حق سے سکھوں کو دینا چاہیں لیکن سکھوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس سے فتنہ کا دروازہ کھلے گا ۔ جب مسلمان زیادہ تھے انہوں نے اپنے حصہ سے سکھوں کو دیا ، اب ہندوؤ زیادہ ہیں اب انہیں اپنے حصہ سے سکھوں کو دینا چاہئے ورنہ تعلقات ناخوشگوار ہو جائیں گے ۔

فرض کرو کہ ہندو سکھوں کو اپنی نیابت کے حق سے دے بھی دیں جتنا انہیں مسلمانوں نے اپنے حق سے دیا ہوا تھا تو پھر بھی سکھ صاحبان کو ان امور پر غور کرنا چاہئے :۔

۱ ۔ تمام سکھ امراء منٹگمری ، لائل پور اور لاہور میں بستے ہیں اور اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ لائل پور ، منٹگمری اور لاہور کے سکھ زمیندارہ کو ملا کر فی سکھ آٹھ ایکڑ کی ملکیت بنتی ہے لیکن لدھیانہ ہوشیار پور ، فیروز پور ، امرتسر کی سکھ ملکیت کے لحاظ سے ایک ایکڑ فی سکھ ملکیت ہوتی ہے کیونکہ لدھیانہ اور جالندھر میں سکھوں کی ملکیت بہت کم ہے اور اسی وجہ سے وہ زیادہ تر مزدوری پیشہ اور فوجی ملازم ہیں یا ملک سے باہر جا کر غیر ممالک میں کمائی کرتے ہیں اس وجہ سے اگر یہ تقسیم قائم رہی تو اس کا ایک نتیجہ یہ نکلے گا کہ مالدار سکھ مغربی پنجاب سے جا ملیں گے اور اگر مسلمانوں کا رویہ ان سے اچھا رہا اور خدا کرے اچھا رہے تو ان کی ہمدردی مشرقی سکھ سے

بالکل جاتی رہے گی اور کوئی مالی امداد وہ اسے نہ دیں گے اور مشرقی علاقہ کا سکھ جو پہلے ہی بہت غریب ہے اپنی تعلیمی اور تہذیبی انجمنوں کو چلا نہ سکے گا۔

دوسرے اسے یہ نقصان ہوگا کہ سکھ قوم مشرقی حصہ میں اقتصادی طور پر اپنا سر اونچا نہ رکھ سکے گی۔

تیسرے اس سے یہ نقص پیدا ہوگا کہ ہوشیار پور، فیروز پور، جالندھر اور لدھیانہ کے سکھ پہلے سے بھی زیادہ غیر ملکوں کی طرف جانے کے لئے مجبور ہوں گے اور مشرقی پنجاب کے سکھوں کی آبادی روز بروز گرتی چلی جائے گی اور شاید چند سال میں ہی مشرقی پنجاب میں بھی سکھ چودہ فیصدی پر ہی آ جائیں۔

پانچویں اس امر کا بھی خطرہ ہے کہ اس بٹوارے کی وجہ سے مغربی پنجاب کی حکومت یہ فیصلہ کرے کہ وہ زمین جو مشرقی پنجاب کے لوگوں کو مغربی پنجاب میں جنگی خدمات کی وجہ سے دی گئی ہے وہ اس بناء پر ضبط کر لی جائے کہ اب ان خدمات کا صلہ دینا نئے ہندو مرکز کے ذمہ ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ جب وہ لوگ الگ ہو گئے ہیں تو اس خدمت کا صلہ جو درحقیقت مرکزی خدمت تھی وہ صوبہ دے جس کا وہ شخص سیاسی باشندہ بھی نہیں ہے۔

زمیندار نقصان کے علاوہ کہ سکھوں کی دوتہائی جائیداد مغربی پنجاب میں رہ جائے گی ایک اور بہت بڑا خطرہ بھی ہے اور وہ یہ کہ جو سکھ تجارت کرتے ہیں ان میں سے اکثر حصہ کی تجارت مغربی پنجاب سے وابستہ ہے سوائے سردار بلدیو سنگھ صاحب کے کہ جن کی تجارت ہندو علاقہ سے وابستہ ہے باقی سب سکھ تجارت مسلمان علاقہ سے وابستہ ہے۔ سکھوں کی تجارت جیسا کہ سب لوگ جانتے ہیں پنجاب میں راولپنڈی، کوئٹہ، جہلم اور بلوچستان سے وابستہ ہے اور تجارت کی ترقی کے لئے آبادی کی مدد بھی ضروری ہوتی ہے۔ جب سکھوں کی دلچسپی مغربی پنجاب اور اسلامی علاقوں سے کم ہوگی تو لازماً اس تجارت کو بھی نقصان پہنچے گا سوائے سردار بلدیو سنگھ صاحب کے جن کی تجارت بہار سے وابستہ ہے اور کونسا بڑا سکھ تاجر ہے جو مشرقی پنجاب یا ہندوستان میں وسیع تجارت رکھتا ہو۔ ساری کشمیر کی تجارت جو راولپنڈی کے راستہ سے ہوتی ہے یا جہلم کے ذریعہ سے ہوتی ہے سکھوں کے پاس ہے۔ ایران سے آنے والا مال اکثر سکھوں کے

ہاتھ سے ہندوستان کی طرف آتا ہے اور اس تجارت کی قیمت کروڑوں تک پہنچتی ہے اگر یہ تاجر موجودہ افراتفری میں اپنی تجارتوں کو بند کریں گے تو نئی جگہ کا پیدا کرنا ان کے لئے آسان نہ ہوگا اور اگر وہ اپنی جگہ پر رہیں گے تو اسلامی حصہ ملک میں ان کی آبادی کے کم ہو جانے کی وجہ سے وہ اس سیاسی اثر سے محروم ہو جائیں گے جو اَب ان کی تائید میں ہے اور پھر اگر انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنے پہلے علاقہ میں ہی رہیں تو آہستہ آہستہ ان کی ہمدردی اپنے مشرقی بھائیوں سے کم ہو جائے گی اور سکھ انجمنیں ان کی امداد سے محروم رہ جائیں گی۔

یہ امر بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ مشرقی صوبہ کا دارالحکومت لازماً دہلی کے پاس بنایا جائے گا اور اس طرح امرتسر اپنی موجودہ حیثیت کو کھو بیٹھے گا اِس وقت تو لاہور کے قرب کی وجہ سے جہاں کافی سکھ آبادی ہے امرتسر تجارتی طور پر ترقی کر رہا ہے لیکن اگر دارالحکومت مثلاً انبالہ چلا گیا تو انبالہ بوجہ امرتسر سے دور ہونے کے قدرتی طور پر اپنی تجارتی ضرورتوں کے لئے امرتسر کی جگہ دہلی کی طرف دیکھے گا اور لاہور حکومت کے اختلاف کی وجہ سے امرتسر سے پہلے ہی جُدا ہو چکا ہوگا، پھر امرتسر کی تجارت کا ۱/۳ حصہ اُس مال کی وجہ سے ہے جو افغانستان، بخارا اور کشمیر سے آتا ہے یہ مال بھی اپنے لئے نئے راستے تلاش کرے گا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امرتسر کی تجارتی حیثیت بہت گر جائے گی اور یہ شاندار شہر جلد ہی ایک تیسرے درجہ کا شہر بن جائے گا۔ اگر مغربی پنجاب نے مشرقی پنجاب کی ڈگریوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو وہ اٹھارہ لاکھ سکھ جو مغربی پنجاب میں بستے ہیں ایک بڑا کالج مغربی پنجاب میں بنانے پر مجبور ہوں گے اور چونکہ بڑے زمیندار اور بڑے تاجر سکھ مغربی پنجاب میں ہیں ان کے لئے ایک بہت بڑا کالج بنانا مشکل نہ ہوگا اِس طرح خالصہ کالج امرتسر بھی اپنی شان کھو بیٹھے گا اور سکھوں کے اندر دو متوازی سکول اقتصادی اور سیاسی اور تمدنی فلسفوں کے پیدا ہو جائیں گے۔ بے شک ساری قوموں کو ہی اس بٹوارہ سے نقصان ہوگا لیکن چونکہ ہندوؤں کی اکثریت ایک جگہ اور مسلمانوں کی اکثریت ایک جگہ جمع ہو جائے گی انہیں یہ نقصان نہ پہنچے گا یہ نقصان صرف سکھوں کو پہنچے گا جو قریباً برابر تعداد میں دونوں علاقوں میں بٹ جائیں گے اور دونوں میں سے کوئی حصہ اپنی بڑائی کو دوسرے حصہ پر قربان کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ کہا جاتا کہ آبادی کے تبادلہ سے یہ مشکل حل کی جا سکے

گی لیکن یہ درست نہیں لائل پور، لاہورر، منٹگمری، شیخوپورہ، گوجرانولہ اور سرگودھا کے سکھ اپنی نہری زمینوں کو چھوڑ کر بارانی زمینوں کو لینے کے لئے کب تیار ہوں گے اور اگر وہ اس پر راضی ہو گئے تو مالی لحاظ سے یہ ان کیلئے بڑا اقتصادی دھکّا ہوگا جس کی وجہ سے قومی انحطاط شروع ہو جائے گا پس پیشتر اس کے سکھ صاحبان پنجاب کے بٹوارے کے متعلق کوئی فیصلہ کریں انہیں ان سب امور پر غور کر لینا چاہئے تا ایسا نہ ہو کہ بعد میں اس مشکل کا حل نہ نکل سکے اور پچھتانا پڑے۔

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اگر مشکلات پیدا ہوئیں اور ان کا کوئی علاج نہ نکلا تو اس وقت پھر سکھ صاحبان مغربی پنجاب میں آ سکتے ہیں لیکن یہ خیال درست نہیں اس لئے کہ اگر اب سکھ صاحبان پنجاب کے بٹوارے کے خلاف رائے دیں تو ان کے ووٹ مسلمان کے ووٹوں سے مل کر بٹوارے کو روک سکتے ہیں لیکن اگر بعد میں انہوں نے ایسا فیصلہ کیا تو یہ صاف بات ہے کہ انبالہ ڈویژن ان کے ساتھ شامل نہ ہوگا اور اگر مغربی پنجاب سے ملا تو صرف جالندھر ڈویژن ملے گا اور اُس وقت پنجاب کی یہ حالت ہوگی کہ اس میں پندرہ فیصدی سکھ ہوں گے اور پندرہ فیصدی ہندو اور ۷۰ فیصدی مسلمان حالانکہ متحدہ پنجاب کی صورت میں بیالیس فیصدی ہندو اور سکھ ہوں گے اور چھپن فیصدی مسلمان اور دو فیصدی دوسرے لوگ۔ ظاہر ہے کہ چونتالیس فیصدی لوگ حکومت میں جو آواز اور اثر رکھتے ہیں وہ تیس فیصدی لوگ کسی صورت میں نہیں رکھ سکتے۔ پس بعد کی تبدیلی کسی صورت میں سکھوں کو وہ فائدہ نہیں پہنچا سکتی جو اِس وقت کی تبدیلی پہنچا سکتی ہے کیونکہ ایک دفعہ پنجاب بانٹا گیا تو پھر انبالہ ڈویژن کو واپس لانا سکھوں کے اختیار سے باہر ہو جائے گا۔

سکھ صاحبان کو یہ امر بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ ابھی سے ہندوؤں کی طرف سے آواز اُٹھائی جا رہی ہے کہ یوپی کے چند اضلاع ملا کر مشرقی پنجاب کا ایک بڑا صوبہ بنا دیا جائے اگر ایسا ہو گیا تو اس نئے صوبہ میں ہندو ساٹھ فیصدی، مسلمان تیس فیصدی اور سکھ صرف دس فیصدی رہ جائیں گے۔

بعض سکھ صاحبان یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ جالندھر ڈویژن کی ایک سکھ ریاست بنا دی جائے گی بے شک اس صورت میں سکھوں کی آبادی کی نسبت اس علاقہ میں بڑھ جائے گی مگر

اس صورت میں بھی مختلف قوموں کی نسبت آبادی یوں ہوگی ۲۵ء۶۰ سکھ ۳۴ء۵۰ مسلمان اور قریباً چالیس فیصدی ہندو۔ اس صورتِ حالات میں بھی سکھوں کو زیادہ فائدہ نہیں پہنچ سکتا پرانے پنجاب میں بھی تو سکھوں کو بائیس فیصدی نمائندگی ملی ہوئی تھی۔ پس اگر جالندھر ڈویژن کا الگ صوبہ بھی بنا دیا گیا تو اس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچے گا کیونکہ انبالہ ڈویژن کے الگ ہو جانے کی وجہ سے انبالہ صوبہ پر کُلّی طور پر ہندوؤں کا قبضہ ہو جائے گا اور جالندھر ڈویژن میں بوجہ چالیس فیصدی رہ جانے کے سکھ اُن سے اپنے لئے زیادہ نمائندگی کا مطالبہ نہیں کر سکیں گے اور توازن بہت مضبوطی سے ہندوؤں کے ہاتھ میں چلا جائے گا اور وہ انبالہ کے صوبہ میں بغیر کسی سے سمجھوتہ کرنے کے حکومت کر سکیں گے اور جالندھر میں کچھ سکھوں یا مسلمانوں کو ملا کر حکومت کر سکیں گے۔

ایک اور سخت نقصان سکھوں کو اس صورت میں یہ پہنچے گا کہ جالندھر ڈویژن کے سکھوں میں کمیونزم زیادہ زور پکڑ رہی ہے۔ فیروز پور، لدھیانہ اور ہوشیار پور اِس کے گڑھ ہیں اس علیحدگی کی وجہ سے ان لوگوں کی آواز بہت طاقت پکڑ جائے گی۔ اور اکالی پارٹی چند سالوں میں ہی اس خطرناک بلاء کا مقابلہ کرنے سے اپنے آپ کو بے بس پائے گی خصوصاً جب کہ سیاسی چالوں کی وجہ سے بعض خودغرض پارٹیاں کمیونسٹوں کی مدد کرنے پر آمادہ ہو جائیں گی جیسا کہ گذشتہ الیکشن پر سکھ صاحبان کو تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں نے کافی روشنی ان خطرات پر ڈال دی ہے جو سکھوں کو پیش آنے والے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ ۲۳؍ جون کو ہونے والی اسمبلی کی میٹنگ میں وہ ان امور کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کریں گے۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ سب سے زیادہ اثر عوام سکھوں پر پڑنے والا ہے وہ بھی اپنے لیڈروں پر زور دیں گے کہ اس خودکشی کی پالیسی سے ان کو بچایا جائے۔ میں لکھ چکا ہوں کہ میں بوجہ ایک چھوٹی سی جماعت کا امام ہونے کے کوئی سیاسی غرض اِس مشورہ میں نہیں رکھتا اس لئے سکھ صاحبان کو سمجھ لینا چاہئے کہ میرا مشورہ بالکل مخلصانہ اور محض ان کی ہمدردی کی وجہ سے ہے۔ اگر سیاست میرے اختیار میں ہوتی تو میں انہیں ایسے حقوق دے کر بھی جن سے ان کی تسلی ہو جاتی انہیں اس نقصان سے بچاتا مگر سیاست کی طاقت میرے

ہاتھ میں نہیں اس لئے میں صرف نیک مشورہ ہی دے سکتا ہوں ہاں مجھے امید ہے کہ اگر سکھ صاحبان مسٹر جناح سے بات کریں تو یقیناً انہیں سکھوں کا خیر خواہ پائیں گے مگر انہیں بات کرتے وقت یہ ضرور مدنظر رکھ لینا چاہئے کہ ہندو صاحباں انہیں کیا کچھ دینے کو تیار ہیں کیونکہ خود کچھ نہ دینا اور دوسروں سے لینے کے مشورے دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ اس میں مشورہ دینے والے کا کچھ حرج نہیں ہوتا پس اچھی طرح اونچ نیچ کو دیکھ کر وہ اگر مسلم لیگ کے لیڈروں سے ملیں تو مجھے امید ہے کہ مسلم لیگ کے لیڈر انہیں ناامید نہیں کریں گے۔ اگر مجھ سے بھی اس بارہ میں کوئی خدمت ہو سکے تو مجھے اس سے بے انتہا خوشی ہوگی۔

آخر میں میں سکھ صاحبان کو مشورہ دیتا ہوں کہ سب کاموں کی کنجی خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ گورونانک دیو جی اور دوسرے گوروؤں کے طریق کو دیکھیں وہ ہر مشکل کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کرتے تھے اِس وقت ان کو بھی اپنی عقل پر سارا انحصار رکھنے کی بجائے خدا تعالیٰ سے دعائیں کرنی چاہئیں تا اللہ تعالیٰ انہیں وہ راستہ دکھادے جس میں ان کی قوم کی بھی بھلائی ہو اور دوسری قوموں کی بھی بھلائی ہو۔ یہ دن گذر جائیں گے، یہ باتیں بھول جائیں گی لیکن محبت اور پریم کے کئے ہوئے کام کبھی نہیں بھولیں گے اگر بٹوارہ بھی ہونا ہے تو وہ بھی اسی طرح ہونا چاہئے کہ ایک قوم کا گاؤں دوسری قوم کے گاؤں میں اس طرح نہ گھسا ہوا ہو کہ جس طرح دو کنگھیوں کے دندانے ملا دیئے جاتے ہیں اگر ایسا ہوا تو سرحد میں چھاؤنیاں بن جائیں گی اور سینکڑوں میل کے بسنے والے لوگ قیدیوں کی طرح ہو جائیں گے اور علاقے اُجڑ جائیں گے۔ یہ میری نصیحت سکھوں ہی کو نہیں مسلمانوں کو بھی ہے۔ میرے نزدیک تحصیلوں کو تقسیم کا یونٹ تسلیم کر لینے سے اس فتنہ کا ازالہ ہو سکتا ہے اگر اس سے چھوٹا یونٹ بنایا گیا تو جتنا جتنا چھوٹا وہ ہوتا جائے گا اُتنا اُتنا نقصان زیادہ ہوگا۔ ایک عرب شاعر اپنی معشوقہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ ع

فَاِنْ كُنْتِ قَدْ اَزْمَعْتِ صَرْمًا فَاَجْمِلِیْ

یعنی اے میری محبوبہ! اگر تُو نے جُدا ہونے کا فیصلہ ہی کر لیا ہے تو کسی پسندیدہ طریق سے جُدا ہو۔ میں بھی ہندو، مسلمان، سکھ سے کہتا ہوں کہ اگر جُدا ہونا ہی ہے تو اس طرح جُدا ہو کہ

سرحدوں کے لاکھوں غریب باشندے ایک لمبی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

شاید کسی کے دل میں یہ خیال گذرے کہ میں نے ہندوؤں کو کیوں مخاطب نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک ہمدردی کا سوال ہے ہندو بھی ہمارے بھائی ہیں اور میں ان کا کم ہمدرد نہیں مگر ہندو چونکہ اپنے مرکز کی طرف گئے ہیں ان کا فوری نقصان تو ہوگا مگر بوجہ اس کے کہ وہ اکثر تاجر پیشہ ہیں وہ جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں گے۔ اس لئے انہیں یہ کہنا کہ اس تقسیم سے آپ کا دائمی نقصان ہوگا جھوٹ بن جاتا ہے۔ اس لئے میں نے انہیں مخاطب نہیں کیا ورنہ ان سے مجھے کم ہمدردی نہیں۔

آخر میں مَیں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے ربّ! میرے اہلِ مُلک کو سمجھ دے اور اوّل تو یہ ملک بٹے نہیں اور اگر بٹے تو اس طرح بٹے کہ پھر مل جانے کے راستے کھلے رہیں۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ

خاکسار

مرزا محمود احمد

امام جماعت احمدیہ قادیان

۱۷؍جون ۱۹۴۷ء

(الفضل ۱۹؍جون ۱۹۴۷ء)